

سفید فام دہشت گردی

ریشم خان انتہائی خوبصورت اور پُر اعتماد لڑکی ہے۔ برطانوی مسلمان ہونے کی بدولت اسکے خواب بے حد بلند اور ترقی پسند تھے۔ قبرص میں ایک کورس کرنے گئی اور وہاں بھرپور طریقے سے تعلیمی میدان میں نمایاں رہی۔ واپسی پر جب جہاز ہیتھر وائر پورٹ اُتر تو ریشم بھرپور مستقبل کو سامنے دیکھ رہی تھی۔ اہل خانہ اپنی بیٹی پر یقین رکھتے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ ریشم یو کے میں ہر وہ چیز حاصل کریگی، جو اسکے ذہن میں تھا۔ پر ایسا کچھ نہیں ہوا۔

چند دن پہلے ریشم کی اکیسویں سالگرہ تھی۔ شام کو اپنے کزن جمیل مختار کے ساتھ کھانے کا پروگرام تھا۔ نوبے کے قریب لندن میں دونوں گھر سے نکلے۔ ریشم نے بہترین کپڑے پہن رکھے تھے۔ گاڑی چوک پر سرخ بتی پر رُکی۔ ایک لہیم شہیم سفید فام شخص نے شیشہ پر انگلیوں سے دستک دی کہ شیشہ نیچے کرو، کچھ بات کرنی ہے۔ مختار نے بڑے آرام سے شیشہ نیچے کر دیا۔ سفید فام بندہ جھکا۔ اسکے ہاتھ میں سفید سیال پانی کی ایک بوتل تھی۔ یک دم بوتل سے پانی ان دونوں کے چہرے پر چھڑک ڈالا۔ جمیل کو ایسے لگا کہ شخص کوئی مذاق کر رہا ہے۔ پر دوسرے لمحے محسوس ہوا کہ پورا چہرہ جل رہا ہے۔ کپڑوں میں آگ لگ گئی ہے۔ ریشم کی طرف دیکھا۔ وہ بھی انتہائی تکلیف میں مبتلا تھی۔ ریشم چیخیں مار رہی تھی۔ چہرے سے جلد پگھل کر نیچے گر رہی تھی۔ مختار کو بھی یوں لگا کہ پورے جسم میں سوراخ ہو گئے ہیں۔ دونوں کراہتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلے۔ مدد کیلئے آوازیں دینے لگے۔ گھر سے لوگ پانی کی بالٹیاں لیکر پہنچ گئے۔ چہروں پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ مگر تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک ہمدرد شخص گاڑی میں بٹھا کر ہسپتال لے آیا۔ راستے میں مختار اور جمیل وقتی طور پر ناپید ہو گئے۔ سفید فام شخص نے ان پر پانی نہیں بلکہ تیزاب پھینکا تھا۔ دونوں اتنے شدید کرب میں تھے کہ ڈاکٹروں نے انہیں دوائی سے بیہوش کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ دونوں تکلیف کی شدت سے مر سکتے ہیں۔ ہوش آیا تو دنیا بدل چکی تھی۔ ریشم کے چہرے کا دائیاں حصہ مکمل طور پر گل چکا تھا۔ ماتھے پر کالے رنگ کے ثقیل گرہے بن چکے تھے۔ ٹھوڑی کا گوشت ختم ہو چکا تھا۔ مختار کا بھی یہی حال تھا۔ ہوش آنے پر دونوں نے کہا کہ انکی کسی سے کوئی دشمنی نہیں۔ وہ تو گورے ملزم کو جانتے تک نہیں۔ تفتیش سے پتہ چلا کہ ٹولمن نام کا ملزم شخص انتہائی پُر تشدد خیالات کا مالک ہے۔ اسکی فیس بک پر لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں سے ہر طریقے سے انتقام لینا چاہیے۔ انہیں یو کے میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ مختار نے پولیس سے انتہائی سنجیدگی سے سوال کیا کہ اگر کسی گورے پر کوئی مسلمان تیزاب پھینک دیتا تو کیا پورے یورپ میں کھرام نہ مچ جاتا۔ کیا اسے دہشت گردی قرار نہ دیا جاتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ برطانوی پولیس نے ایک مسلمان خاندان پر تیزاب پھینکنے والے شخص کو دہشت گرد قرار نہیں دے رہی۔ کیا دہشت گردی صرف اس وقت ہوتی ہے، جب کوئی مسلمان جرم کرتا ہے۔ برطانوی پولیس کے پاس مختار اور ریشم کے جائز سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا، بلکہ نہیں ہے۔ وجہ بالکل سیدھی سی ہے۔ جرم ایک سفید فام شدت پسند نے کیا تھا۔ یہ اس معاشرے کا ذکر ہے، جہاں واقعی انصاف اور قانون کی حکمرانی تھی۔

فیاض مغل بھی ایک برطانوی شہری ہے۔ مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے جرائم کے پیش نظر فیاض نے ایک تنظیم بنائی

ہے۔ اسکا نام "Tell Mama" ہے۔ مسلمانوں کے خلاف جو بھی واقعات ہوتے ہیں، یہ تنظیم ان پر کڑی نظر رکھتی ہے۔ اسکے شائع شدہ اعداد و شمار انتہائی توجہ طلب ہیں۔ مانچسٹر اور لندن برج حملوں کے بعد مسلمانوں کے خلاف وارداتوں میں پانچ سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ صرف تین دنوں میں پینسٹھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن میں مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ صورتحال اس درجہ گھمبیر ہے کہ مشرقی لندن میں مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے آنے والی عورت کا گلہ دبا کر قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ جہاں بھی حجاب میں کوئی مسلمان خاتون نظر آتی ہے، تو کئی بار لوگ اس پر تھوکنے شروع کر دیتے ہیں۔ تنظیم نے بتایا کہ فرحان لطیف کو اجنبی سفید فام لوگوں نے اس درجہ مارا کہ اسکے چہرے کی تین ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ فرحان سانحہ کے بعد گھر میں مقید ہے۔

امریکہ کی طرف نظر دوڑائیے۔ جیسے ہی ٹرمپ نے الیکشن کی مہم شروع کی، ایک دم سفید فام شدت پسندوں کو ایک ہیرو بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کے خلاف جرائم میں اضافہ ہو گیا۔ نفرت پر مشتمل ان جرائم کی تعداد اس درجہ بڑھ گئی کہ ایف۔ بی۔ آئی جیسے حکومتی ادارے بھی پریشان ہو گئے۔ صدر بننے کے بعد ٹرمپ کے حامیوں نے مسلمانوں اور اسلام پر بھرپور حملے شروع کر دیے۔ امریکہ جیسے محفوظ ملک میں مسلمانوں کے خلاف عوامی رد عمل ستر فیصد بڑھ گیا۔ شدت پسندی اور دہشت گردی کے اس سفید فام جن کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ اسکے متعلق کہیں بھی بات نہیں ہوتی۔ چند واقعات پر نظر دوڑانی ضروری ہے۔ امریکہ میں مسلمانوں کو ان کے گھروں میں پھانسی دینے کی وارداتیں ہوئیں۔ کام سے واپس آتے ہوئے چاقوؤں سے قتل کرنے بارہا کوششیں ہوئیں۔ سکولوں، کالجوں، شاپنگ سنٹروں پر انہیں بے دردی سے پٹا گیا۔ ہوائی جہازوں سے شک کی بنیاد پر باہر نکال دیا گیا۔ پارکوں میں سیر کرتے ہوئے گرم پانی اور گرم کافی پھینکی گئی۔ مسلمان خاندانوں کو پیغام بھجوائے گئے کہ انکے گھر جلادے جائینگے اور کئی بار کوشش بھی کی گئی۔ کئی تاجروں نے دکان کے باہر لکھ کر لگایا کہ یہ علاقہ یادگان مسلمانوں کیلئے نہیں ہے۔ اسکو "مسلم فری ایریا" بتایا گیا۔ خواتین جنہوں نے حجاب پہن رکھا تھا، ان پر حملے کیے گئے۔ کئی بار فائرنگ تک کی گئی۔ ٹیکساس اور ایری زونا کی مساجد کے باہر اسلحہ بردار سفید فام لوگوں نے جلوس نکالے۔ انکے نعرے تھے کہ امریکہ کو اسلام سے پاک رکھنا چاہیے۔ ساتھ ساتھ مساجد کی بھرپور بے حرمتی کے سینکڑوں واقعات دیکھنے میں آئے۔ ان پر فائرنگ کی گئی۔ مساجد کے اندر "لحم خنزیر" پھینکا گیا۔ مین گیٹ کے سامنے غلاظت کے ڈھیر رکھ دیے گئے۔ دیواروں کے باہر لکھا گیا کہ یہ مساجد عبادت گاہیں نہیں بلکہ دہشت گردی کے مرکز ہیں۔ یہاں تک لکھا گیا کہ ہمارا ملک چھوڑ کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ شیشوں پر پتھر مارے گئے۔ نمازیوں پر بھی سنگ باری کی گئی۔

اب امریکی سیاست دانوں کے بیانات کی طرف آئیے۔ سیاستدانوں کے مطابق امریکہ کی اسی فیصد مساجد پر دہشت گرد قبضے ہیں۔ امریکہ کے آئین میں پہلی تبدیلی (First Amendment) پورے ملک میں مذہبی آزادی اور برابری کے متعلق ہے۔ چند سیاستدانوں نے تقاریر میں کہا کہ اسلام ایک مذہب نہیں بلکہ ایک سیاسی نظام ہے۔ (معاذ اللہ) لہذا اس پر پابندی لگنی چاہیے اور فرسٹ امنڈمینٹ میں اسکو تحفظ حاصل نہیں ہے۔ نو امریکی ریاستیں ایسی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے معاملات کو اسلامی قوانین کی روشنی میں حل کرنے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کا اہم سرکاری عہدہ نہیں ملنا چاہیے۔ انکو امریکی

معاشرہ کا کینسر بتایا گیا۔ امریکہ میں مہم جاری ہے کہ مسلمانوں کو ملک بدر کیا جائے اور انہیں واپس اپنے آبائی ملکوں میں جبراً بھیج دیا جائے۔ یہ تمام جرائم ایک امریکی صحافی ڈینیل برک نے آشکارا کیے ہیں۔ ایک رپورٹ کی طرح سی۔ این۔ این پر بارہا دکھایا بھی جا چکا ہے۔ ٹرمپ انتظامیہ ان تمام جرائم پر توجہ دینے سے مکمل طور پر انکار کر چکی ہے۔ جب صدر کی میڈیا پرسن، کترینہ پیرسن سے امریکی مسلمانوں کے متعلق ناروا سلوک کے متعلق پوچھا گیا، تو اس کا جواب انتہائی غیر مہذبانہ اور ادنیٰ تھا۔ کہنے لگی کہ کیا فرق پڑتا ہے، یہ تو مسلمان ہیں۔ انکے متعلق آپ لوگ کیوں متفکر ہیں۔

فرانس میں بھی مسلمانوں کے خلاف جذبات عروج پر ہیں۔ مسجد سے نمازی باہر نکل رہے تھے کہ ایک فرانسیسی شدت پسند ویگن تیزی سے مسجد کے نزدیک لایا اور نمازیوں کو کچلنے کی کوشش کی۔ حتمی طور پر کوشش میں ناکام رہا۔ پیرس میں ایک تنظیم نے مسلمانوں کے خلاف اقدامات کو لوگوں کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ قبروں کی بے حرمتی سے لیکر بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے۔ انکے گھر، عمارتیں اور کاروبار جلانے کی متعدد وارداتیں شامل ہیں۔ وہاں بھی مسلمان خواتین کے خلاف انتہائی غیر مہذب رویہ روا رکھا گیا ہے۔ مساجد کے باہر جو کچھ لکھا گیا ہے، قلم اجازت نہیں دیتا کہ کالم میں لکھ سکوں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پورے یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں پر آہستہ آہستہ زندگی تنگ کی جا رہی ہے۔ انکواب وہ آزادی فکر و مذہب حاصل نہیں جو ترقی یافتہ ممالک کے اپنے ملکی آئینوں میں درج ہے۔

سکے کا دوسرا پہلو بھی انتہائی اہم ہے۔ پوری دنیا میں کوئی بھی ایسا مسلمان ملک نہیں جنکے حکمرانوں نے مغربی دنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کی ہو۔ وجہ بالکل سادہ سی ہے۔ مسلمان ممالک میں اکثریت حکمران اپنے شہریوں سے انتہائی مشکل رویہ رکھتے ہیں۔ کسی قسم کے انسانی حقوق کی گنجائش کسی بھی مسلم معاشرے میں نہیں ہے۔ مقامی حکمران اپنی رعایا کو جانوروں کی سطح پر لے آئے ہیں۔ عام لوگوں کو کرپشن، گروہ بندی، فرقہ واریت، تشدد پسندی، غربت اور جہالت کے سمندر میں ڈبو چکے ہیں۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے عظیم مذہب کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ کسی مسلمان معاشرے میں آزاد فکر کو جنم لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ٹوڈی، سرکاری غلام اور غلاموں جیسے عمال سے کام چلایا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ممالک کے حکمران اپنے اپنے ملکوں پر اس درجہ ظالمانہ گرفت رکھتے ہیں کہ کوئی بھی رعایا کو انکے چنگل سے آزاد نہیں کروا سکتا۔ وجہ وہ مالیاتی فائدہ ہے جو صرف اور صرف حکمران طبقے کو پہنچ رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ کوئی بھی نہیں جو مہذب ممالک میں سفید فام لوگوں کی دہشت گردی کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ کوشش تو دور کی بات، حکمران طبقہ تو اس نافرمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتا!

راؤ منظر حیات